IQBAL REVIEW (65: 4)
(October - December 2024)
ISSN: P0021-0773
ISSN: E3006-9130

”مکتوبات اقبال بنام چودھری محمد حسین“ کا لسانیاتی تجزیہ

فہیم ارشد
ایم فل سکالر
گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، لاہور
ڈاکٹر الماس خانم
ایسوسی ایٹ پروفیسر،
شعبہ اردو، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، لاہور

ABSTRACT

In this research article linguistic analysis of ““Letters of Iqbal to Ch. Muhammad Hussain”“ will be presented. These letters were published by Prof. Saqif Nafees in 1998. These letters had been written during 1923 and 1936. This was golden period of Dr. Sir Muhammad Iqbal, the poet, philosopher, Poet of the East and National Poet of Pakistan. In this article Iqbal’s prose work analyzed through syntax, semantics and lexicon terminology of linguistics. Moreover, the difference between images of the original text and the editor’s text will be highlighted.

Keywords: Allama, Iqbal, Muhammad, Hussain, Letter, National, Poet, Urdu, Linguistic, Analysis, Syntax, Semantics, Lexicon

انسان زمانہ قبل از تاریخ سے ہی کسی نہ کسی انداز میں ایک دوسرے کے ساتھ گفتگو کرتا چلا آرہا ہے۔ خواہ وہ مختلف اشکال کی صورت میں ہو یا ابتدائی اشارات کی صورت میں۔ زبان کی ابتداء کے بارے میں جو نظریات پیش کیے جاتے ہیں ان میں یہ بات واضح ہے کہ زبان کا صوتی استعمال بہت پہلے شروع ہو چکا تھا، جبکہ زبان کی تحریری شکل بہت بعد میں سامنے آئی۔ قدیم غاروں میں ملنے والی مختلف اشکال تحریری زبان کی ابتدائی ساخت مانی جاتی ہیں۔ جیسے جیسے انسان ترقی کی منازل طے کرتا گیا، زبان کی اہمیت انسانی معاشرت و معاشرتی ترقی کے ساتھ ساتھ اور بھی بڑھتی گئی۔ سنسکرت کی قدیم ترین کتابوں میں سے ایک اہم کتاب "چھاندوگی اپشند" میں لکھا ہے، "اگر زبان نہ ہوتی تو نیکی اور بدی، سچ اور جھوٹ، اچھائی اور برائی، خوشگوار اور ناخوشگوار میں فرق کرنا مشکل ہوتا۔ صرف زبان ہی سے ان سب کا ادراک ممکن ہے۔ لہذا زبان کے بارے میں غور و خوص کیا کیجیے۔"[۱] زبان کی اہمیت واضح ہونے اور انسان کی علوم و فنون میں دلچسپی کی وجہ سے علم زبان یا لسانیات کا فروغ ہوا، جس میں زبان کا سائنٹفک مطالعہ کیا جاتا ہے۔ ڈاکٹر نصیر احمد خان اپنی شہرہ آفاق تصنیف "اردو لسانیات" میں فرماتے ہیں، "ہمارے یہاں لسانیاتی نقطہ نظر سے زبان کے مطالعے کا رواج بہت کم ہے۔ اس کی کئی وجہیں ہیں: اردو میں لسانیات کی عمر زیادہ نہیں ہے۔ ہم اردو والے اس علم کی باقاعدہ تربیت سے محروم ہیں۔ جنھوں نے کلاسوں میں بیٹھ کر استفادہ کیا ہے، لسانیات ابھی ان کے مزاج کا حصہ نہیں بنی ہے۔ لسانیات کے نظریات اور تصورات کی پہچان اور اس کی سمت و رفتار کا اندازہ نہ ہونے کی وجہ سے اصطلاحوں کی صوتی ہئیت اور مفہوم و معانی ثقیل، غیر فصیح اور اجنبی لگتے ہیں۔ ان باتوں کے علاوہ ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ہم لسانی مسائل پر روایتی انداز فکر سے سوچنے کے عادی ہیں۔"[۲] اردو زبان کی ابتداء کے بارے میں مختلف نظریات پائے جاتے ہیں، کہ اردو کا قدیم مسکن پنجاب، سندھ، لکھنو یا دکن ہے، جو بھی نظریات ہوں لیکن غالب گمان یہی مانا جاتا ہے کہ یہ قدیم ہندی پراکرتوں میں سے ایک ہے۔ ہندی یا ہندوی کی ترقی یافتہ شکل اردو ہے، مسلمانوں نے آکر اس میں عربی اور فارسی کے الفاظ شامل کیے۔ پروفیسر لیاقت علی چودھری "اقبال کی لغوی اور لسانی بحثیں" میں لکھتے ہیں، "عربی اور فارسی کے الفاظ میں شان و شوکت پائی جاتی ہے جبکہ ہندی الفاظ میں دل نشینی زیادہ ہے۔"[۳]

علامہ اقبال کی شخصیت اردو ادب ایسا نابغہ ہے جس کی زبان ہی بعد ازاں اردو زبان کا معیار کہلائی۔ میر اور غالب کی طرح اردو زبان و ادب کی رونق اقبال کے دم سے ہے۔ اقبال پنجاب سے تعلق رکھتے تھے، مادری زبان پنجابی تھی لیکن انھوں نے شاعری کے لیے اردو اور فارسی جبکہ نثر کے لیے اردو

اور انگریزی زبان کا استعمال کیا۔ علامہ اقبال نے اپنے طالب علمی کے زمانہ میں ہی نثر و شاعری دونوں کا آغاز کر دیا تھا۔ معاشیات کے موضوع پر اقبال کی کتاب "علم الاقتصاد" جو ۱۹۰۳ء میں شائع ہوئی، اردو میں اس موضوع پر اولین کتاب ثابت ہوئی۔ اسلوب و زبان کے لحاظ سے یہ ایک منفرد کتاب ہے جو اپنے اندر معلومات کا ایک وسیع خزانہ رکھتی ہے۔ عبدالواحد معینی "مقالات اقبال" میں اس پر یوں اظہار خیال کرتے ہیں، "اس امر کا اعتراف ضروری ہے کہ پہلی تصنیف "علم الاقتصاد" ایک فنی کتاب ہونے کی وجہ سے ادبی چٹخاروں اور شوخیوں سے خالی ہے۔" (۴) اقبال نے اپنے جذبات کا اظہار، مذہبی جوش و جذبہ وملی دکھ درد کو اپنی شاعری میں کھل کر بیان کیا ہے۔ شاعری میں ان کے قلم میں تلوار کی سی کاٹ نظر آتی ہے جبکہ نثر میں ان کا مزاج قدرے مختلف ہے۔ اقبال نے مختلف موضوعات پر جو نثر لکھی، اس پر عبادت بریلوی رقم کرتے ہیں، "علامہ اقبال نے مختلف موضوعات پر جو نثر لکھی ہے۔ اس میں موضوعات کی نسبت سے اندازِ بیان میں تھوڑا سا فرق ضرور معلوم ہوتا ہے۔ لیکن اگر مجموعی طور پر دیکھا جائے تو طبیعت کا میلان رنگین اور پُرکار اسلوب کی طرف دکھائی دیتا ہے۔" (۵) اقبال کی نثر میں بھی بے رنگی اور یگانگت نہیں ہے بلکہ اسلوب حکیمانہ ہے۔ بیسویں صدی میں اردو زبان و ادب کی جس قدر خدمت اقبال نے کی، وہ کسی اور کے حصے میں نہیں آئی۔ ڈاکٹر انور سدید اقبال کی نثر کے بارے میں بیان کرتے ہیں، "اقبال کی نثر میں سنجیدگی، توازن اور ایک خاص قسم کا ٹھہراو نظر آتا ہے۔ الفاظ کے انتخاب اور مترادفات کے استعمال میں بھی اقبال کے ہاں رومانیوں کا مخصوص استہزازی رویہ نہیں ملتا۔ بلکہ اس کے برعکس ان کی نثر میں تہذیبی اور کسی حد تدریسی لہجہ نمایاں ہے۔" (۶) بہرکیف شاعری کی طرح اقبال نے باقاعدہ نثر نگاری کی طرف توجہ نہیں دی۔ مختلف اوقات میں مختلف موضوعات پر مضامین لکھے یا مضامین کے جواب دیے جو کہ اپنا منفرد نثری اسلوب رکھتے ہیں۔ مضامین کے علاوہ اقبال کے نثری سرمائے میں سینکڑوں خطوط ہیں جو انھوں نے اپنے دوست، عزیز، رشتہ دار، رفقائے کار، سیاسی عمائدین، اداروں، پبلیشرز وغیرہ کو لکھے۔ اقبال کی وفات کے بعد مکتوبات اقبال کے مجموعے اشاعت پزیر ہوئے۔ ڈاکٹر عبادت بریلوی "اقبال کی اردو نثر" میں رقم طراز ہیں، "ان کے خطوط کی تعداد خاصی ہے اور ان خطوط کے جو مجموعے شائع ہوئے ہیں وہ اردو نثر کا بہت بڑا سرمایہ ہیں۔ وہ نہ صرف علامہ اقبال کی عظیم شخصیت کا آئینہ ہیں بلکہ انہیں ایک منفرد نثر نگار اور اس فن کا ایک صاحب طرز انشاپرداز بھی ثابت کرتے ہیں۔" (۷) الغرض اقبال نے اردو زبان و ادب کو ایک ایسا باوقار اور منفرد اسلوب دیا ہے

جس سے اس میں ایک نئی شان پیدا ہوئی۔ ہم کہہ سکتے ہیں کہ اقبال ایک بلند پایہ شاعر ہونے کے ساتھ ساتھ ایک اعلیٰ نثر نگار تھے۔

چودھری محمد حسین (۱۸۹۴ء– ۱۹۵۰ء) کا شمار علامہ اقبال کے قریبی رفقاء اور دیرینہ دوستوں میں ہوتا ہے۔ اقبال نے اپنی وصیت میں جن احباب کو اپنے بچوں کا ولی و نگران مقرر کیا ان میں چودھری محمد حسین بھی شامل تھے۔ ۱۹۱۷ء کے اوئل میں چودھری محمد حسین اور علامہ اقبال کے مابین مراسم کی ابتدا ہوئی۔ علامہ اقبال اپنے شہرہ آفاق ری کنسٹرکشن لیکچرز کے سلسلے میں مدراس و دیگر مشرقی علاقوں کے دورے پر گئے تو چودھری صاحب ان کے ہمراہ تھے، یہاں تک کہ علامہ اقبال کے آخری ایام میں ان کا زیادہ تر وقت علامہ اقبال کی رہائش گاہ پر صرف ہوتا۔[۸] علامہ اقبال کی حیات میں مرکزیہ مجلس یومِ اقبال قائم ہوئی۔ ۹، جون ۱۹۳۸ء کو پہلا یوم اقبال منایا گیا، جس میں چودھری صاحب کو اس مجلس کا پہلا صدر چنا گیا۔ مکتوبات اقبال بنام چودھری محمد حسین، علامہ اقبال کے بیس عدد مکتوبات ہیں جو ۱۹۲۳ء سے ۱۹۳۶ء کے درمیان لکھے گئے، یہ وہ زمانہ ہے جسے اقبال کا دورِ عروج کہا جاتا ہے۔ یہ مکتوبات پروفیسر ثاقف نفیس نے جمع و تدوین کے بعد اصل مکتوبات کے عکس کے ساتھ ۱۹۹۸ء میں لاہور سے شائع کروائے اور کتابی صورت میں موجود ہیں۔[۹] یہ خطوط اس لحاظ سے بھی اہمیت کے حامل ہیں کہ ان کے اصل مسودات چودھری محمد حسین کے خاندان کے پاس محفوظ ہیں اور یہ مکتوبات ۱۹۹۸ء میں اشاعت پزیر ہوئے۔ یہ خطوط اقبال کی نثری تحاریر میں ایک شاندار اضافہ ہیں کیوں کہ یہ شیخ عطاء اللہ کے تدوین کردہ "اقبال نامہ"، سید مظفر حسین برنی کے "کلیات مکاتیب اقبال" اور اقبال اکادمی پاکستان کے تحقیقی منصوبے "کلیات نثر اقبال"، جس پر گذشتہ دو دہائیوں سے کام ہو رہا ہے، میں بھی شامل نہیں ہیں۔ یہ مکتوبات اس عرصہ میں لکھے گئے جس میں اقبال کے پہلے اردو شعری مجموعے "بانگ درا" کی اشاعت ہوئی۔ ان میں فارسی مثنوی "اسرارِ خودی" کا ترجمہ جو پروفیسر آر اے نکلسن نے کیا اور لندن میں اشاعت پزیر ہوا، اس پر مختلف یورپی مفکرین، رسائل و جرائد میں چھپنے والے مضامین پر بحث، اقبال کے شہرہ آفاق مضمون "اسلام اور قادیانیت" پر گفتگو، مثنوی "مسافر" کا ذکر پایا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ اقبال ۱۹۳۶ء میں علاج کی غرض سے بھوپال تشریف لے گئے، اس کا بھی تذکرہ ملتا ہے۔ مندرجہ بالا متن کی روشنی میں ان مکتوبات کی اہمیت واضح ہو جاتی ہے۔

مکتوباتِ اقبال بنام چودھری محمد حسین کا لسانیاتی و اسلوبیاتی مطالعہ

مکتوبات اقبال بنام چودھری محمد حسین کی زبان انتہائی سادہ اور سلاست بھری ہے، لیکن کمال یہ ہے کہ لفظیات وصرف نحویات کا استعمال بہت عمدگی سے کیا گیا تاکہ زبان کی سادگی و شستگی برقرار ہے۔ ذیل میں اسلوبیاتی مطالعہ پیش کیا جارہاہے:

الف:معنیاتِ مکتوباتِ اقبال (Semantical Study of these Letters)

معنیات کے اعتبار سے مطالعہ کیا جائے تو اقبال کی زبان جدید زبان تھی، شعر ونثر میں نئے الفاظ اور تراکیب کا استعمال اقبال کا خاصہ تھا۔ مذکورہ مکتوبات کے حوالے سے بات کی جائے تو پہلے خط میں دو ہی الفاظ ایسے ہیں جو اپنی ہئیت اور معنی کے اعتبار سے دور حاضر میں اس طرح مستعمل نہیں ہیں مثلاً بدستور اور طلفیون۔ علامہ اقبال نے لکھاہے کہ ''مریضہ کی حالت بدستور ہے۔'' اس میں لفظ''بدستور'' اس معنی میں استعمال ہوا ہے کہ مریضہ کی حالت پہلے جیسی ہے یعنی اس میں کوئی فرق نہیں آیا۔ معنی کے اعتبار سے یہ لفظ آج اس طرح مستعملِ عام نہیں ہے۔ اسی طرح ''طلفیون'' کو اب ''ٹیلی فون'' لکھا اور پڑھا جاتا ہے یعنی یہ لفظ ان ہجوں کے ساتھ اب مستعمل نہیں ہے۔ اسی طرح نویں خط میں رشید علی خان کو نصیحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں ''فارسی کا مذاق پیدا کرے'' یہاں پر لفظ مذاق اُس زمانے میں مزاج کے مترادف کے طور پر رائج تھا، آج بھی اہل علم وادب اس سے واقف ہیں لیکن یہ اس طرح مستعملِ عام نہیں ہے۔ آج اس کا مطلب مزاح ہی رہ گیا ہے۔ اسی طرح انیسویں خط میں لفظ ''استعفا'' لکھا گیا ہے، یہ لفظ بھی ہجوں کے اعتبار سے اب اس طرح نہیں لکھا جاتا بلکہ ''استعفی'' لکھا جاتا ہے۔

ب:صوتیاتِ مکتوباتِ اقبال (Phonological Study of these Letters)

علامہ اقبال کا شمار چونکہ جدید ادب کے شعرا میں ہوتا ہے اس لیے ان کے ہاں صوتیاتی نظام بھی نئی اور جدید زبان کے ہم پلہ ہے۔ اردو مصوتوں کا استعمال اور مصمتوں کا استعمال بہت عمدگی سے کیا گیا ہے۔ مثلاً اب، کب، جب۔۔۔ ایسا، ویسا، کیسا۔۔۔ آئیں، جائیں۔۔۔ وغیرہ۔ اگر مصمتوں کی بات کریں تو اردو مصمتوں میں بھ، پھ، چھ، کا استعمال وہی ہے جو آج بھی مستعملِ عام ہے۔

ج: صرفیات ونحویاتِ مکتوباتِ اقبال (Syntactical Study of these Letters)

مذکورہ مکتوبات کے صرف ونحو کی تفصیلات مرکز تحقیقات لسانیات، انجنیئرنگ یونیورسٹی، لاہور کی تعمیل کردہ آن لائن ایپ کی مدد سے تیار کی گئی ہیں۔ مذکورہ ایپ میں اردو ڈائجسٹ میں استعمال کیے گئے

ایک لاکھ سے زائد الفاظ کا کارپس تیار کیا گیا ہے جس میں اسم معرفہ، اسم نکرہ، اسم صفت، فاعل، فعل، مفعول، ابتدائیہ، اختتامیہ ودیگر الفاظ کی باعتبار گرائمر تقسیم کی گئی ہے جسے POS یعنی Parts Of Speech کا عنوان دیا گیا ہے۔[۱۰] اسی طرز پر کسی بھی متن کا اس ایپ میں ڈالیں تو اس متن میں موجود پی او ایس علیحدہ ہو جاتے ہیں، جس کو Microsoft Excel میں لے جائیں تو ان کی علیحدہ علیحدہ الف بائی ترتیب دی جاسکتی ہے۔ مذکورہ مکتوبات کے حوالے سے تفصیل مندرجہ ذیل جدول سے واضح ہے:

صرفیات					
اسم			فعل	فاعل	مفعول
اسم معرفہ	اسم نکرہ	اسم صفت			
۱۶۲ مثالیں	۱۷۹ مثالیں	۱۷۸ مثالیں	۲۷۲ مثالیں	۹۲ مثالیں	۲۰ مثالیں
محمد	ہستی	ڈیر	رہتا	مریضہ	مذکورہ
حسین	مخلوق	ماسٹر	گزارے	شیطان	خط
اقبال	ازلی	بخیریت	کروں	مذکورہ	رسالہ
امراو	ابدی	خدمت	سمجھا	چھوٹے	شہر
طلفیون	مادہ	مخدوش	مانتے	نواب	پیام
شملہ	خط	سفر	اٹھاتے	ماسٹر	سخت

اسی طرح مذکورہ مکتوبات اقبال کی روشنی میں متن کی نحویات کا مطالعہ کیا جائے تو مندرجہ ذیل جدول اس سلسلہ میں معاون ثابت ہو گا:

نحویات					
ابتدائیہ	فعل حال	فعل ماضی	فعل مستقبل	اختتامیہ	تہنیت
تمام خطوط میں ہر ایک پر ابتدائیہ تقریبا ایک جیسا ہے مثلاً	۱۴ فقرے مثلاً	۱۲ فقرے مثلاً	۷ فقرے مثلاً	تمام خطوط میں ہر ایک میں اختتامیہ بھی ایک جیسا ہی ہے۔ مثلاً	تمام خطوط میں تہنیتی پیغام ہے۔ مثلاً
ڈیر ماسٹر صاحب	اس روایت کا اس سے کوئی تعلق نہیں۔	نواب صاحب واپس نہیں آئے۔	اپنا پیغام خود ہی دید یجیے گا۔	والسلام	نواب صاحب کی خدمت میں آداب عرض ہو۔
ڈیر چودہری صاحب	مادے کے ازلی و ابدی ہونے کی بحث ایک علیحدہ بحث ہے۔	کل کاغذ پر بھی لکھ لیا گیا۔	ان کا جو جواب آیا اس سے مطلع کروں گا۔		چھوٹے میاں کو دعا۔

مندرجہ بالا بحث اور جدول میں فراہم کردہ معلومات کی روشنی میں ہم یہ اخذ کر سکتے ہیں کہ اقبال کی زبان آج بھی زندہ اور پائندہ ہے۔ آج بھی اردو صرف نحو میں وہی روایت رائج ہے جسے اقبال نے ایک صدی قبل رائج کیا۔ جبکہ اس وقت اہل زبان اقبال کو ماننے سے انکاری تھے لیکن وقت نے ثابت کیا کہ جدیدیت و ارتقاء زبان و ادب میں جاری رہتا ہے اور وہی زبان قائم رہتی جو جدید تقاضوں کے مطابق اپنے اندر نئے الفاظ و تراکیب شامل کرنے میں کامیاب ہو جائے۔ کسی زبان میں دوسری زبان یا زبانوں کے الفاظ اپنے اندر جذب کرنے کی جس قدر صلاحیت ہو گی، وہ زبان اسی قدر ترقی کرے گی۔

مذکورہ مکتوبات کے عکوس کے متن اور کتابت شدہ متن میں فرق

کتاب کی عمدہ بات یہ ہے کہ اس میں کتابت شدہ متن کے ساتھ اصل مکتوبات کے عکس بھی دیے گئے ہیں، نیز آخر میں مکتوبات میں مذکورہ شخصیات کا مختصر تعارف بھی بیان کیا گیا ہے۔ لیکن اصل خط اور کتابت شدہ متن میں الفاظ کے ہجوں اور بعض جگہ کتابت کی اغلاط ہیں جن کی نشاندہی ذیل میں کی جا رہی ہے۔

پہلا فرق تو یہ ہے کہ علامہ اقبال نے مکتوب الیہ یعنی چودھری محمد حسین کو مخاطب کرتے ہوئے ڈیر ماسٹر صاحب یا چودھری صاحب لکھا ہے۔ علامہ اقبال نے اس لفظ کے ہجے "چودہری" لکھے ہیں جبکہ کتابت میں کہیں "چوہدری" اور بعض جگہ "چودھری" لکھا ہے۔ اسی طرح علامہ اقبال نے مکتوبات میں ہر جگہ "اسلام علیکم" لکھا ہے، جبکہ کتابت میں اکثر جگہ "السلام علیکم" اور بعض جگہ "اسلام علیکم" لکھا ہے۔ علامہ اقبال نے ہر جگہ لفظ "خیریت" لکھا ہے لیکن مرتب یا کاتب نے ہر جگہ لفظ "خریت" ہی لکھا ہے، کئی جگہ "خر" کے نیچے دو نکتے ڈال دیے گئے ہیں لیکن بادی النظر سے دیکھیں تو یہ "خریت" ہی لکھا معلوم ہوتا ہے۔

اسی طرح خط نمبر ا میں "میرے افکار و تردد ا۔۔" لکھا ہے جبکہ یہ لفظ "تر ددات" عکس میں صاف پڑھا جا رہا ہے۔ اسی طرح طلیفون کے حاشیہ نمبر ایک کی کتاب میں کہیں وضاحت نہیں ملتی[۱۱]۔ دوسرے خط میں لفظ "ھستی" لکھا ہے جبکہ علامہ نے خط میں "ہستی" لکھا ہے۔ "واقعہ" کو "واقع" لکھا ہے اور "الحمدللہ" کو "الحمد اللہ" " لکھا ہے۔[۱۲] تیسرے خط میں "بڑود" کو "برودہ" بھی لکھا ہے اور ان میں سے درست لفظ کون سا ہے اس کا تعین کرنا مشکل ہے۔ "مذکورہ" کو "مزکورہ" لکھا گیا ہے۔ "والسلام" کو "واسلام" اور "خیریت" کو "خریت" لکھا ہے۔ "اگر کوئی نسخہ باقی نہ رہا ہو" کے جملے میں لفظ "ہو" نہیں لکھا گیا۔ "بابو مذکور" کو "بابو مذکورہ" لکھ دیا گیا ہے۔[۱۳] چوتھے خط میں خیریت والی

غلطی ہنوز اسی طرح ہے۔[۱۴] پانچویں خط میں نواب "عنایت" علی علامہ کی لکھائی میں صاف پڑھا جا رہا ہے جس کو پڑھنے میں مرتب کو دشواری ہوئی۔[۱۵] خط نمبر ۶ میں بھی "الحمدللہ" کو "الحمد اللہ" لکھا ہے اور "خیریت" کو "خریت" لکھا ہے۔[۱۶] خط نمبر ۸ میں بھی "خیریت" کو "خریت" لکھا ہے۔[۱۷] خط نمبر ۹ میں "ضرورت" کو "صرورت" لکھا ہے، "جیسی" کو "جیسا" لکھ کر بریکٹ میں "جیسی" لکھ دیا ہے، "بہرہ یاب" کو "بہرہ باب" لکھ دیا ہے۔[۱۸] خط نمبر ۱۰ میں "اسرارِ خودی" کو "اسرار خوری" لکھا ہے۔ خط نمبر ۱۱ میں بھی دو جگہ "خیریت" کو "خریت" لکھا ہے، یہی صورت خط نمبر ۱۲ اور ۱۳ میں ہے۔[۱۹] خط نمبر ۱۵ میں "ڈیڑھ" کو "ڈیڈھ" لکھا ہے، علامہ نے سیال کوٹ لکھا ہے جبکہ مرتب نے "کوٹ سیال" لکھا ہے۔[۲۰] خط نمبر ۱۶ میں علامہ اقبال نے "۲۶" کے بعد کو لکھ ہے جو تھوڑا مٹ سا گیا ہے لیکن مرتب نے اسے بریکٹ میں ڈال دیا ہے۔ اسی طرح "آجایئے" لکھا ہے جسے مرتب نے "آ جائینگے" لکھ دیا ہے جس سے فقرے کا مطلب واضح نہیں ہوتا۔[۲۱] خط نمبر ۱۷ میں "خریت" والی غلطی بدستور موجود ہے اس کے علاوہ علامہ نے لفظ "وہاں" لکھا ہے جبکہ کاتب نے "وھاں" لکھا ہے۔[۲۲] خط نمبر ۱۹ میں بھی متن اور مرتب کی ترتیب میں تین اغلاط کی نشاندہی صاف ہو رہی ہے، "بخیریت" کو "انخیر" لکھا ہے، "معائنہ" کو معائینہ" لکھ دیا ہے، حسب سابق "خیریت" کو "خریت" لکھا ہے۔[۲۳] بہر کیف، مرتب یا کاتب کی ان تمام اغلاط کے باوجود یہ کتاب اقبالیاتی ادب کا ایک سرمایہ ہے۔

ماحاصل

مکتوبات اقبال میں لسانیاتی، نحوی اور معنوی مسائل اور ان کے متعلقات کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ اردو زبان اور اس کے اظہار کے سانچے ابھی اپنی ارتقائی منزلیں طے کر رہے ہیں۔ لفظوں کی ساخت اور ان کے تلفظ اور مولولات ایسے اہم مسائل ہیں جن کو موضوع تحقیق بنانے سے زبان کی داخلی و خارجی ترقی کا ایک مکمل نمونہ (Paradigm) سامنے آجاتا ہے۔ اردو زبان اور اس کے داخلی و خارجی ارتقاء کا بہترین مواد ان مکتوبات میں میسر آتا ہے۔ اس پر تحقیق کا دروازہ کھلا رکھنا ہماری اولین ترجیح ہونی چاہیے۔

حوالہ جات و حواشی

(۱) دہلوی، عبدالستار، اردو میں لسانی تحقیق، دہلی: قومی کونسل برائے فروغِ اردو زبان، ۲۰۱۵ء۔

(۲) احمد خان، نصیر، اردو لسانیات، نئی دہلی: اردو محل پبلی کیشنز، ۱۹۹۰ء۔

(۳) علی چودھری، لیاقت، اقبال کی لغوی و لسانی بحثیں، وزیر آباد: اسد بشارت پبلیکیشنز، دھونکل، ۲۰۰۳ء۔

(۴) اقبال، محمد، مقالاتِ اقبال، مرتبہ سید عبدالواحد معینی۔ لاہور: شیخ محمد اشرف تاجر کشمیری بازار، ۱۹۶۳، ص ۱۴۔

(۵) بریلوی، عبادت، اقبال کی اردو نثر، لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۷۳ء، ص ۲۵۳۔

(۶) سدید، انور، اردو ادب کی تحریکیں، لاہور: پنجاب یونیورسٹی، ۱۹۷۳، ص، ۴۷۶۔

(۷) بریلوی، عبادت، اقبال کی اردو نثر۔ لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۷۳ء، ص ۲۱۳۔

(۸) اقبال، جاوید، زندہ رود: علامہ اقبال کی مکمل سوانح حیات۔ لاہور: اقبال اکادمی پاکستان، ۲۰۰۴۔

(۹) نفیس، ثاقف، مکتوبات اقبال بنام چودھری محمد حسین۔ لاہور: الوقار پبلی کیشنز، ۱۹۹۸۔

(10) https://www.cle.org.pk/software/langproc.htm , retrieved on February 20, 2022.

(۱۱) نفیس، ثاقف، مکتوبات اقبال بنام چودھری محمد حسین۔ لاہور: الوقار پبلی کیشنز، ۱۹۹۸۔ ص ۱۴۔

(۱۲) ایضاً، ص ۱۵۔

(۱۳) ایضاً، ص ۱۷۔

(۱۴) ایضاً، ص ۱۸۔

(۱۵) ایضاً، ص ۱۹۔

(۱۶) ایضاً، ص ۲۰۔

(۱۷) ایضاً، ص ۲۲۔

(۱۸) ایضاً، ص ۲۳۔

(۱۹) ایضاً، ص ۲۴ تا ۲۶۔

(۲۰) ایضاً، ص ۲۹۔

(۲۱) ایضاً، ص ۳۰۔

(۲۲) ایضاً، ص ۳۱۔

(۲۳) ایضاً، ص ۳۳۔